اختر حسین بلوچ ❁
ڈاکٹر یاسمین سلطانہ ❁❁

بیسویں صدی کے ہندو شعرا کے اردو کلام میں اخلاقی و اسلامی اقدار کی عکاسی

Manifestation of moral & Islamic values in Urdu poetry by Hindu poets of 20th Century

By *Akhtar Hussain Baloch, PhD Scholar, Dept. of Urdu, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology (Abdul Haq Campus), Karachi.*
Dr. Yasmeen Sultana, Asst. Prof., Dept. of Urdu, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology (Abdul Haq Campus), Karachi.

ABSTRACT

Honestly speaking, human feelings and observations primarily have no particular religion or sect, but presenting their expression from a certain point of view shows the effects of a specific thought or ideology, which has by and large influenced different genres of art and literature. Urdu poetry reflects respect and love for humanity. Peace and unity among all religions based on this, they not only extol the love for humanity of each other's religious dignitaries in their poetry but also use it as an example. In this regard, an extensive study of Urdu poetry shows that it is largely free from religious hatred. Apart from Muslims, Hindu and Sikh poets have a distinguished place among the prominent Urdu poets. The Hindu and Sikh poets who transcended religion and made Islamic subjects their topic in a fascinating way and proved that devotion to the truth is no one's legacy. In their verses, through Hamd (praise

❁ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، وفاقی اردو یونی ورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی (عبدالحق کیمپس)، کراچی۔
❁❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، وفاقی اردو یونی ورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی (عبدالحق کیمپس)، کراچی۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

of Allah) and Naat). Praise of Holy Prophet) they propagated their love for humanity which is exemplary. Non-Muslim poets have also narrated the epics of the bravery and valor of Hazrat Ali (AS). The citation of Hussain's (AS) eternal victory in their poetry blows up the passion for standing with truth despite odds.

Keywords: Humanism, Religious tolerance, Urdu poetry, Hindu poets, religous hatred

کسی بھی معاشرے میں انسان دوستی کا تصور اسی وقت پنپتا ہے جب وہاں میں بسنے والے مختلف مذاہب خیالات اور نظریات سے وابستہ افراد میں رواداری، برداشت اور ایک دوسرے کے خیالات کو احترام کے ساتھ برتنے کی روایت موجود ہو۔ بنی نوع انسان کی تاریخ ظلم و جبر کے خلاف مزاحمت کے فلسفے کو اجاگر کرتی ہے اور انسان دوستی کی تحریک کو فروغ دیتی ہے۔ سماجی بقا کے لیے یہ عمل انتہائی اہم ہے کہ انسان دوستی کا اظہار صرف گفتگو تک محدود نہ رہے بلکہ ان افکار کو شاعری کا بھی موضوع بنایا جائے۔ اردو شاعری میں انسان دوستی کو ایک مخصوص نام نہیں دیا گیا بلکہ اسے حبِ وطن، وطن دوستی کے نام سے دھرتی پر بسنے والے افراد کی بلا رنگ و مذہب روایات کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ سترھویں صدی سے لے کر بیسویں صدی تک شعرا نے اپنے کلام کے ذریعے انسان دوستی کا درس دیا ہے۔ ان شعرا نے ہمیشہ عدم تشدد کے فلسفے کا پرچار کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ انسانوں کے درمیان انسان کی عظمت کو اپنی شاعری کا موضوع بنائیں جس میں احترام مذاہب کا پہلو بھی شامل ہو۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں ان نمائندہ ہندو شعرا کے کلام کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا کلام مذہبی تعصب سے بالاتر اور رواداری کا منبع ہے۔ ہندو شعرا کی اس سخن نوازی کو شاعری اور ادب کے نقادوں نے بلا کم و کاست بیان کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ان کی شاعرانہ عظمت اور مذہبی رواداری سے انکار ممکن نہیں، بیسویں صدی کے آغاز میں عظیم ہندو شعرا نے اپنی شگفتہ اور دل آویز شاعری کے ذریعے برعظیم کے باشندوں کو مثالی پیرائے میں محبت کا درس دیا ہے۔ یہ ہی نہیں کہ ان شعرا کے کلام میں مذہبی رواداری کا پہلو نمایاں ہے بلکہ یہ کلام تمام شعری خوبیوں سے بھی مزین ہے، زبان و بیان کے ساتھ خوش گوار قلبی عقیدت کا بھی احساس ہوتا ہے، جس کے بغیر شاعری میں محبت کی چاشنی پیدا نہیں ہوتی۔ اسلام کے مثبت اور سنہری اصولوں کو بے شمار غیر مسلم اکابرین اور شعرا نے خوش نما انداز میں بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے تحقیق کے لیے ہر شاعر کی حیات و خدمات پر انفرادی طور پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اس حوالے سے محققین اور نقادوں نے نثر و نظم میں موجود ان تمام شاہ کاروں کو

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

یکجا کیا ہے۔لیکن اس کے مطالعے کے بعد بھی تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔خصوصاً برصغیر پر اسلامی دور حکومت کے حوالے سے بیسویں صدی کے غیر مسلم شعرا کرام نے اپنی تمام شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا طرز سخن تخلیق کیا جس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ ذیل میں غیر مسلم شعرا کے کلام کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جو ابھی نظروں سے اوجھل ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، سرور جہان آبادی کی شاعری— جس پہ لہرایا کیا صدیوں تک اسلامی نشان

ہندو شعرا نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد قائم ہونے والی کمپنی کی حکومت کا تقابل مسلمانوں کے دور حکمرانی سے کیا ہے۔ اپنی شاعری میں انھوں نے برطانوی راج کے مقابلے میں مسلم حکمرانوں کے دور حکومت کی تعریف وتوصیف کی ہے۔اس کے علاوہ ان شعرا نے حمد ونعت کی اصناف میں نہ صرف طبع آزمائی کی بلکہ منظوم طرز بیان میں اس بات کا بھی برملا اظہار کیا ہے کہ ان موضوعات پر اجارہ داری صرف مسلمان شعرا کا حق نہیں۔ اردو شاعری مذہبی امتیاز ومنافرت سے بالاتر ہے۔ یہ ایک ایسا گلزار ہے جس کی ہر شاعر نے اپنے خون جگر سے آبیاری کی ہے۔ ہندو شعرا کی جانب سے تاریخ اور سماجی پہلوؤں کا پس منظر ہزار برسوں پر محیط تاریخ ہے،ان کے کلام میں نبیِ کریم ﷺ سے عقیدت کا وہی اظہار جھلکتا ہے جیو مسلم شعرا کی نعت میں نظر آتا ہے،اس دور میں مندر ومسجد دونوں کو موضوع سخن بنایا گیا۔حکم چند نیّر اپنی مرتبہ کتاب سرور جہان آبادی حیات اور شاعری میں رقم طراز ہیں کہ:

> جس طرح مذہب کا اولیں و آخری درس بنی نوع انسان کی محبت ہے، اسی طرح سچی حب الوطنی اہل وطن کے دلوں میں ایثار وقربانی، اتحاد و یگانگت کے جذبات پیدا کرتی ہے،سرور کی شاعری قوم پرستی اور حب الوطنی حق پر مبنی ہے اور مذہب میں عظمت کے پہلو کو نمایاں رکھتی ہے۔ یہ نا صرف شیخ و برہمن، رنگ ونسل، کفر و دین کے امتیازات سے بالاتر ہے بلکہ ہر قسم کی جارحیت حرص و ہوس اور سود و زیاں کی کشمکش سے آزاد ہے۔ ان کا دل ہندوستان کے فرقوں کے لیے یکساں احترام اور محبت رکھتا ہے۔ انھیں ہندوستان سے محبت ہے۔ ہندو یا مسلم عہد کے ہندوستان کی تعریف ان کے نزدیک بے معنی ہے، انھوں نے اسلامی عہد حکومت کی شان و شوکت کا تذکرہ بھی خلوص سے کیا ہے جس سے وہ ہندو عہد کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہندوستان کا ذکر کرتے ہیں، مغلیہ عہد کی شان وشوکت کے مٹنے اور دلی کے سر سے جہاں داری کا سہرا اترنے کا انھیں انتہائی غم تھا۔ اسلام کے جھنڈے کا نیزہ کھائے ہوئے ہرن کی طرح گرنے کا ماتم شاید ہی کسی نے سرور سے زیادہ درد انگیز لہجے میں کیا ہوگا۔ یہ صرف ایک سلطنت کے مٹنے کا غم نہیں بلکہ ایک بے مثل تہذیب اور عظیم الشان ثقافت کی اس جگمگاتی شمع کے بجھنے کا ماتم ہے جس کے سامنے مہر وماہ کی تابانیاں ماند تھیں۔

جس پہ لہرایا کیا صدیوں تک اسلامی نشان نذرِ طوفاں ہوگیا وہ تختۂ عہدِ کہن
خانہ ویرانی برستی ہے در و دیوار پر نقشِ عبرت اب ہیں آثارِ صنادیدِ کہن
سر پہ دلّی کے جہاں داری کا سہرا اب کہاں شاید اب ماتم نشیں ہے اپنی یہ ایسی دلہن(۱)

درگا سہائے سرور جہان آبادی بنیادی طور پر ایک محب وطن شاعر ہونے کے ساتھ انسان دوست اور مذہب دوست شاعر بھی تھے ان کی شاعری میں تمام مذاہب کا مکمل احترام اور ان سے محبت نمایاں ہے۔ سرور کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت تھی، وہ ہندو مسلم اتحاد کو ہندوستان کے مسائل کا حقیقی حل سمجھتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے اپنی حمدیہ اور نعتیہ شاعری میں جذبات کے علاوہ عقیدت کے رنگوں کی آمیزش کے ساتھ محبت وخلوص کا ایک گلستان بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری میں صداقت کی مٹھاس اور الفاظ کا انتخاب نمایاں ہے۔ اردو شاعری میں مناظر فطرت کو بھی موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے سرور نے گنگا اور جمنا کی روانی کو بھی دلفریب اور انتہائی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔ اپنی نظم جمنا میں انھوں نے جہاں دریا کی موجوں کی سرمستی کا ذکر ایک ایسے عاشق کی طرح کیا ہے جو اپنے محبوب کے ساتھ ہے لیکن اس کے ساتھ جمنا کی لہروں کو برعظیم کے دور اسلامی سے بھی جوڑتے ہیں۔

اے زہے! شوکت تری جمنا زہے اعزاز و شان تجھ پہ لہرایا کیا اسلام کا صدیوں نشان
ہائے! وہ ترکوں کے دستے اور وہ سنگینوں کی شان ترچھے بانکے وہ جواں وہ چار آئینوں کی شان(۲)

درگا سہائے کی شاعری میں انسان دوستی کا گہرا رنگ تمام تر مذہبی تعصّبات سے پاک ہے۔ جب وہ سامراجی حکومت میں انسانوں پر ہونے والے ظلم کو موضوع سخن بناتے ہیں تو وہ مخلوق خدا پر ہونے والے جبر واستبداد پر نعرہ زن ہوتے ہیں۔ ان کی انسان دوست شاعری میں ظالموں اور مظلوموں کی مذہب، نسل اور زبان کی بنیاد پر تخصیص نہیں پائی جاتی۔ ان کے کلام میں مذہبی تعصب کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ان کا کلام ہر قسم کی جارحیت، رجعت پرستی اور سود و زیاں کی کشمکش سے آزاد ہے۔ انھیں ہندوستان سے محبت تھی اور ان کی شاعری میں اس دھرتی پر بسنے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

والے تمام مذاہب، فرقوں اور نسلوں کے لیے یکساں احترام و محبت پایا جاتا ہے۔ وطن سے محبت اور اس کے باسیوں کی مشکلات، تکالیف، رنج و غم اور اس کے علاوہ مذہبی رسومات، تہوار اور خوشیاں بھی درگا سہائے کی انسان دوست شاعری کا ایک بہت نمایاں موضوع ہے۔ وہ خدا کی عظمت کے قائل ہیں اور اس کو بہت ہی دل چسپ، دل گداز، نفیس پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

حمد باری

عقلِ دقیقہ رس کا دوڑا سمند برسوں، روندا کیا جہاں کے پست و بلند برسوں
ڈھونڈھا کیا تجھے میں زار و نژند برسوں، بامِ فلک پہ پھینکی اڑ کر کمند برسوں
تیرا پتا نہ پایا، او لامکان والے
سارے جہاں میں ڈھونڈھا سارے جہان والے

بلبل کا ہم نوا میں اکثر رہا چمن میں، بیٹھا کیا بہت دن پھولوں کی انجمن میں
خلوت نشین رہا ہوں غنچوں کے پیرہن میں، دوڑا کیا میں برسوں اس وادی کہن میں
دنیا کو چھان ڈالا، تیرا پتا نہ پایا
نقش قدم کا تیرے جلوہ نظر نہ آیا

جنگل میں آہ !برسوں دھونی رما کے بیٹھا، پربت پہ بن کے جوگی آسن جما کے بیٹھا
صحرا کی وادیوں میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا، تیرے لیے جہاں سے میں ہاتھ اٹھا کے بیٹھا
ڈھونڈا کیا تجھے میں ویرانگیوں میں برسوں
بیٹھا فقیر ہوکر میں تیاگیوں میں برسوں

پھولوں میں آہ کیا ہے موج شمیم تیری، یا رب ہے کس چمن میں بادِ نسیم تیری
غنچوں میں کیا ہے بوئے راز قدیم تیری، آرا م گا ہ ہے کیا باغ نعیم تیری
تو عرش کی قضا میں ہے یا بہشت میں ہے
کعبے میں تجھ کو ڈھونڈھوں یا تُو کنشت میں ہے (۳)

تلوک چند محروم اور مذہبی رواداری: اے ملت اسلام! ترے ذوق سخن سے

تلوک چند محروم کا شمار اردو زبان کے ان شعرا میں ہوتا ہے جو منفرد اسلوب کے حامل ہیں۔ محروم کا کلام

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہندو اور مسلم کے تعصّبات سے پاک اور بالاتر ہے۔ ان کا دور ہندوستان میں سیاسی تبدیلیوں کا دور تھا سازشی عناصر کی جانب سے عوام الناس میں پھیلائی جانے والی مذہبی تفریق بھی ان کے لیے قابل قبول نہ تھی۔ انگریز استعمار ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے اپنی حتی المقدور کوششیں کر رہا تھا۔ زینت اللہ جاوید اس حوالے سے اپنی کتاب تلوک چند محروم شخصیت و فن میں رقم طراز ہیں:

> ارباب حکومت نے جب دیکھا کہ اہل ہند کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں تو انھوں نے جبر و تشدد کی لے اور تیز کر دی۔ ہندو اور مسلمانوں میں حکومت وقت کی حسب منشا اختلافات نئی نئی صورتوں میں ظاہر ہونے لگے۔ اس میں کچھ حالات کی ستم ظریفی بھی تھی، مذہبی اور سماجی معاملات میں ہندو و مسلمانوں میں مختلف نظریاتی تفریق کے باعث آپسی تعلقات میں بدمزگی پیدا ہوتی چلی گئی۔(۴)

لیکن تلوک چند محروم نے استعمار کی ان سازشوں کا جواب بلند آہنگ کے ذریعے دیا۔ محروم کی نظر میں تمام مذاہب کے اکابرین یکساں مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے ذوق سخن کو بھی اپنی شاعری میں انتہائی خلوص، وارفتگی اور عقیدت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اپنی نظم ''ملت اسلامیہ کے ذوق سخن'' میں بیان کرتے ہیں:

اے ملّتِ اسلام! ترے ذوق سخن سے — فردوس نظر عالمِ معنی کا ہے گلزار
اعجاز سے تو کم نہیں یہ نطق کا جادو — بے پردہ ہوئے جاتے ہیں خود روح کے اسرار
ہے روحِ بشر اس کے تجسس میں ازل سے — جس حسن کے ہیں پردہ کشا جامی و عطار
نغموں سے ہے لبریز ہوا تیرے چمن کی — کتنی ہے دل آویز فضا تیرے چمن کی(۵)

دنیا بھر میں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیروکار اس بات پر متفق ہیں کہ مذہب کا بنیادی پیغام امن و سلامتی کا درس ہے۔ تلوک چند محروم بھی اسی فلسفے کو اپنی شاعری میں بیان کرتے ہیں۔ وہ مذہب کے پیغام کو امن و آشتی کا پیغام سمجھتے تھے۔ یہی درس ان کی شاعری میں جابہ جا نظر آتا ہے۔ ان کی رباعیاں اس حوالے سے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں اپنی ایک رباعی میں وہ مذاہب کے آفاقی پیغام کے بارے میں فرماتے ہیں:

مذہب کی زبان پر ہے نکوئی کا پیام — حسنِ عمل اور راس گوئی کا پیام
مذہب کے نام پر لڑائی کیسی — مذہب دیتا ہے صلح جوئی کا پیام(۶)

برطانوی استعمار کے خلاف ان کی شاعری ارباب اقتدار کے سینے میں خار کی طرح پیوست ہوتی تھی۔ حکمران اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی طریقے سے ان کی شاعری کو جواز بنا کر ان کے گرد گھیرا تنگ کریں۔ اس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مذموم منصوبے پر عمل درآمد کرنے کے لیے حکمرانوں نے تمام حربے آزمائے اور سرکاری محکموں جن میں ڈاک، سی آئی ڈی پولیس کے علاوہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر کو بھی استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی:

> بقول جگن ناتھ آزاد ۱۹۴۰ء میں جب محروم کلورکوٹ ضلع میانوالی میں تھے تو یہ راز کسی طرح کھل گیا۔ میانوالی کی پولیس نے محروم کے خلاف ڈپٹی کمشنر کو رپورٹ کر دی۔ محروم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نظمیں پولیس کی فائل میں موجود تھیں۔ کسی قسم کے ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود معاملے نے بہت طول نہ کھینچا کیوں کہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی رائے کچھ بھی نہ تھی، وہ ان نظموں کی بنا پر محروم کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اس مواخذے میں محروم بری ہو گئے۔ لیکن ان کی سیاسی شاعری پر اس کا اثر یہ ہوا کہ محروم نے نظمیں رسائل وغیرہ کو بھیجنا بند کر دیں۔ کیوں کہ ڈاک سنسر ہونے کا اندیشہ ہر وقت موجود رہتا تھا، جس کے سبب وہ برطانوی راج کے جبر و استبداد کا شکار ہو سکتے تھے، اس دور میں ان کی اکثر نظمیں غیر مطبوعہ رہیں جن میں زندانیوں کی عید بھی شامل ہے۔ (۷)

محروم کی نظم ''زندانیوں کی عید'' تحریک خلافت کے دوران گرفتار مسلمان سیاسی کارکنوں کے لیے ایک منظوم و معطر تحفہ تھا۔ عید کو عموماً ایک وسیع المعنیٰ اصطلاح کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تہوار ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق راحت و خوشی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جو لوگ وطن بدر ہوتے ہیں انھیں عید پر نہ صرف خوشی کا احساس ہوتا ہے بلکہ اپنوں سے دوری کی کسک بھی محسوس ہوتی ہے۔ عید کے مضمون کو غیر مسلم شعرا نے بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ ایک ایسی عید جو زنداں میں گزرے اس کا احساس اور کرب بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔ برطانوی راج کی جفا کاریوں اور جبر و استبداد کے خلاف ۱۹۲۰ء کے ابتدائی مہینوں میں ہندو اور مسلمان رہ نماؤں کی جانب سے شروع کی جانے والی دو تحاریک نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی۔ مولانا محمد علی اور شوکت علی کی جانب سے تحریک خلافت کا آغاز کیا گیا، تحریک خلافت کی اساس اس بات پر تھی کہ استعماری فوج میں شامل ہندوستانیوں کو اس بات پر قائل کیا جائے کہ وہ ترکی کے خلاف کسی فوج کشی میں شامل نہ ہوں۔ مسلمان علما نے فتوے جاری کیے اس کی حمایت میں ہندو رہ نماؤں کی جانب سے بیانات جاری کیے گئے۔ ان تحریکوں سے برطانوی حکومت سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ اسیران پر مقدمہ چلانے کے لیے کراچی شہر کا انتخاب کیا گیا، جہاں برطانوی راج کی جڑیں اپنے تئیں بہت مضبوط تھیں لیکن اس کے باوجود آزادی کے متوالوں کو عدالت میں پیش کیے جانے کے موقعے پر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پولیس اور فوج دونوں کو استعمال کیا۔ اس تمام صورتحال کی منظر کشی میرزا عبدالقادر بیگ نے اپنی مرتبہ کتاب ''کراچی کا تاریخی مقدمہ'' میں یوں بیان کی ہے۔لیکن اس پوری تحریک میں مسلمان قیدیوں نے جو پابندِ سلاسل تھے۔ ان کی عید کیسے گذری ہوگی تلوک چند نے عید اور اپنوں سے دوری کو ایک دکھی اور رنجیدہ انداز میں بیان کیا ہے:

دیکھ کر تجھ کو اے ہلالِ عید عید زندانیوں کی یاد آئی
عید کیوں کر منائیں گے آخر وہ اسیرانِ کنجِ تنہائی
اشکِ خونیں میں جلوہ گر ہوگا رنگِ اظہارِ ناشکیبائی
یا کریں گے بسانِ مرغِ اسیر درِ زنداں سے نالہ آرائی
یا پکاریں گے جوشِ وحشت میں ساعتِ صبح عیدِ تنہائی
سرفروشانِ ملک و ملّت سے نہ رکھ اُمیدِ ناشکیبائی(۸)

کائنات میں ماں جیسی عظیم ہستی کا اپنی اولاد سے رشتہ تمام رشتوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔اس رشتے میں پیار و محبت اقرار و تکرار کی بھرپور چاشنی ہے۔ماں ہو یا باپ بیٹے سے جدائی کے کرب کا اندازہ ہر باشعور انسان کو ہوسکتا ہے۔لیکن جدائی کے اس دکھ،رنج اور غم کو جتنا ایک ماں محسوس کرسکتی ہے، غالباً کوئی اور نہیں کرسکتا۔تلوک چند نے اپنی شاعری میں اس رنج کو اتنے ہی پر اثر انداز میں بیاں کیا ہے کہ ایک ماں کس طرح اپنے بیٹے کی جدائی کو محسوس کرتی وہ بھی خصوصاً عید کے موقعے پر:

غم زدوں کی عید

یہ نظم ایام تحریک خلافت کی یادگار ہے (عید کے دن قیدی بیٹے کی ماں کے جذبات)

اے نور چشم! حافظ و ناصر خدا ترا ہم منتظر رہے، تجھے زنداں میں آئی عید
تیرے لیے دعائیں تھیں، ذکر تھا ترا آ آ کے در سے تیرے وہ احبا پلٹ گئے
اس غم کدے میں جب نظر اب کو نہ آئی عید رہ رہ کے تھی سکوت شکن بس یہی صدا
کیسی یہ تونے اب کے مقدر! دکھائی عید غافل ہے صبر و شکر تری انتہائی عید(۹)

محروم نے اپنی شاعری کے ذریعے انسان دوستی، مذہبی رواداری اور حب الوطنی کو فروغ دیا ہے ان کی ایسی بے شمار نظمیں ہیں جو وطن اور دوستی لوگوں سے چاہت کا برملا اظہار کرتی ہیں۔کسی بھی سامراجی کے تسلط سے آزادی کے لیے انفرادی جدو جہد کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اس کے لیے اجتماعی جد و جہد کی ہر حال میں ضرورت

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہوتی ہے۔حقوق کے حصول کے لیے اجتماعی جدوجہد کا بنیادی فلسفہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کو روشن خیالی کی ترغیب دی جائے، آزادی کے لیے جدوجہد کے دوران ان کا شعور اس سطح پر بلند کیا جائے کہ وہ انسان دوستی اور وطنیت کے جذبات سے سرفراز ہو کر تحریک کا ہراول دستہ بن جائیں۔محروم کو دور طالب علمی سے ہندوستانیوں کی بے کسی و بے بسی کا احساس تھا۔ ہندوستان کے باسیوں کی اس محرومی کو ختم کرنے کے لیے انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔ انھوں نے ہمیشہ اپنی شاعری کے ذریعے ہندوؤں اور مسلمانوں کو یہی پیغام دیا کہ وہ مذہبی تفریق بھلا کر یکجا اور ہم قدم ہو کر ہندوستان کی آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں۔ وہ مذہبی عدم برداشت اور تشدد کے سخت خلاف تھے۔محروم نے انگریز حکمرانوں کی جانب سے ہندوستانیوں پر کسی بھی شکل میں ڈھائے جانے والے مظالم کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے، اس کے ساتھ وہ یہ پیغام بھی دیتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انگریزوں کے مظالم کا بنیادی سبب ہندو اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی تفریق اور عدم رواداری ہے۔محروم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انگریزوں کی ایک چال ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر ان کو اتحاد و یک جہتی سے دور رکھا جائے۔ ان کی شاعری میں اتحاد کی برکت اور نفاق کی صورت میں پیدا ہونے والے مسائل کا ذکر تواتر سے کیا گیا ہے۔ وہ ہندو مسلم محبت اور یگانگت کو بڑھاوا دینے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وہ انسان کو صرف انسان سمجھتے تھے نا کہ ہندو اور مسلمان۔ ان کی شاعری میں محبت کا یہ درس نمایاں نظر آتا ہے۔محروم حقیقت میں انسان دوست شاعر تھے۔ انھوں نے حمد و نعت کی اصناف کو بھی اپنی شاعری میں شاعرانہ حسن و تخیل کے ساتھ بیان کیا ہے ان کی نظم 'شکر احسان' حمدیہ شاعری کا ایک خوب صورت نمونہ ہے:

شکر احسان

تیرے احسان و کرم حدبیاں سے بڑھ گئے
ٹوٹے پھوٹے لفظ ہیں میری زباں پر شکر کے
ہو زباں ہر موئے تن اور محو گنتی میں رہے
پھر بھی ناممکن کوئی الطاف تیرے گِن سکے
شکر احساں کی مرے خالق مجھے توفیق دے!
میری مشتِ خاک میں، تونے ہی اے پروردگار
بھر دیے ہیں روزِ اوّل سے محبت کے شرار

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

طے کروں مرضی سے تیری منزلِ اصلی کی راہ
سینہ ہو داغِ محبت سے مرا مانندِ ماہ
جلوۂ مستور پر تیرے رہے دائم نگاہ
منزلِ اصلی رہے میری نظر کے سامنے![۱۰]

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور ان کی انسانوں کے علاوہ جانوروں سے ترحم اور خلوص کو بھی انھوں نے شاعرانہ سخن کا موضوع بنایا انھوں نے سیرت نبوی کے حوالے سے کئی واقعات کو بھی انتہائی دلکش اور حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے اپنی نظم سیرت نبوی کی ایک مثال میں ایک یہودی کے جنازے اور نبی کریم ﷺ کے رویے کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے:

سیرت نبوی ﷺ کی ایک مثال

روایت ہے کہ حضرت ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے
بیاں فرما رہے تھے خوبیاں مردِ مسلماں کی
جنازہ اک یہودی کا اسی جانب سے آ نکلا
فضا امڈی ہوئی تھی نالۂ فریاد پیہم سے
انھیں معلوم تھا یہ نعش ہے اک نامسلماں کی
کہ بیگانہ ہے مسلم زار نالہ اور ماتم سے
صحابہ نے تعجب سے یہ پوچھا یک زباں ہوکر
ہماری فہم میں آئی نہیں یہ بات، یا حضرت
صریحاً مرنے والا ایک کافر اور مشرک تھا
کہ جس کی روح تھی پروردۂ ظلمات، یا حضرت
یہ فرمایا، مجھے معلوم ہے وہ نامسلماں تھا
میسر ہوسکی اس کو نہ توفیقِ خداجوئی
مگر اس بات سے انکار ہرگز ہو نہیں سکتا
اسی جاں آفریں پاک کی مخلوق تھا وہ بھی
صحابہ محو حیرت ہو گئے یہ گفتگو سن کر
نہ کیوں کر دل نشیں ہوتا جوابِ پُر اثر ایسا
بجا لائے خدا کا شکر بے اندازہ یوں کہہ کر
زہے قسمت! کہ ہم کو مل گیا ہے راہبر ایسا[۱۱]

نبی کریم ﷺ کی جانوروں کے حوالے سے مشفقانہ رویوں کی مثال بھی اہم ہے۔ تلوک چند محروم نے اپنی نظم بے زبانوں پر رحم میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے کہ کس طرح ایک بڑھیا مدینے میں اپنی خوش اخلاقی کے حوالے سے مشہور و معروف تھی لوگ خصوصاً خواتین دعائیں لینے جاتی تھیں لیکن جانوروں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اس کی بعد از موت حیات اسے کوئی سرخروئی حاصل نہ ہوئی۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

بے زبانوں پر رحم

مدینے میں مشہور تھی ایک بڑھیا سمجھتے تھے سب لوگ اسے نیک بڑھیا
مدینے کی سب بیٹیاں اور مائیں کیا کرتی تھیں اس سے حاصل دعائیں
مآل اس کا روشن کریں آپ ہم پر کہ گزری ہے کیا بعد مرگ اس کے دم پر
کہا یوں پیمبرؐ نے کیا پوچھتے ہو؟ مآلِ زنِ پیرہ سے تم سبق لو
کہ اُس نے کوئی پال رکھّی تھی بلّی بندھی رہتی تھی گھر میں جو بھوکی پیاسی
خبر اس کی پہروں نہ لیتی تھی بڑھیا اسے کھانا پینا نہ دیتی تھی بڑھیا
نتیجہ یہ ہے بے زباں پر جفا کا کہ نازل ہوا قہر اس پر خدا کا
روایت یہ منقول اور مستند ہے پئے اہلِ دل ایک روشن سند ہے
جو انساں ستم بے زباں پر کرے گا کرم اس پہ اللہ کمتر کرے گا(۱۲)

تلوک چند محروم جز کو کل کا حصہ سمجھتے تھے۔ ان کا مطمع نظر یہ تھا کہ کائنات کا حسن ہی یہ ہے کہ اس میں ابد سے لے کر ازل تک انسان کو تخلیقی کائنات کا پرتو ایک سا ہی نظر آتا ہے۔ یعنی کہ اس کی نظر جہاں تک پہنچتی ہے اس میں صرف ایک ہی نظارہ ہے۔

ترانۂ وحدت

ہے نظارہ محو حیرت، کہ جہاں میں تو ہی تو ہے کہیں آب ہے گہر میں، کہیں گل میں رنگ و بو ہے
مہ و مہر میں درخشاں، ترا جلوہ چارسو ہے دل سنگ میں شرر تو، فلک پہ ہے قمر تو(۱۳)

حمد

بے جاں تری مخلوق ہے یا صاحب جاں ہے
ہر نوع سے پیدا تری قدرت کا نشاں ہے
جامد ہے کوئی یا متحرک ہے کہ سیال
پابند ترے حکم کی ہر شے ہے بہرحال(۱۴)

تلوک چند محروم نے حمد و نعت کے علاوہ حضرت علیؑ کی زندگی اور ان کی افکار کو بھی اپنی شاعری میں قابل قدر انداز میں بیان کیا ہے۔ محروم نے ان کی شجاعت کے علاوہ ان کی غیر مسلموں کو اپنے دلائل کے ذریعے اسلام کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

عظمت، وسعت اور خدا کی وحدانیت کا بیان کر کے قائل کیا ہے۔ جب وہ اپنے درس کا آغاز کرتے تھے تو ان نشستوں میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بلکہ کسی بھی مذہب کو تسلیم نہ کرنے والے دہریے بھی شرکت کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک مجلس کے دوران حضرت علیؑ سے ہونے والے سوال اور ان کی زبانی اس کے جواب کا ذکر ایک منظوم اور دل کش پیرائے میں کیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی زندگی کا ایک واقعہ

شہر کُوفہ میں امیر المومنین — وعظ فرما تھے بہ صد ذوق یقیں
ایک دریا تھا فصاحت کا رواں — ذکر ذات حق میں جا ری تھا بیاں
اتفاقاً ایک مردِ دہریا — وعظ کی مجلس میں تھا بیٹھا ہوا
سُن کے توصیف خدائے ذُوالجلال — کردیا حضرت سے اس نے یہ سوال
یا علیؑ مجھ پر کرم فرمایئے — ہو سکے تو اس قدر بتلایئے
جس خدا کے آپ ہیں گن گا رہے — اپنی آنکھوں سے بھی ہے دیکھا اسے
یا خیالی طور سے پہچان کر — کرتے ہیں اس کی عبادت مان کر
سن کے حضرت نے دیا اس کو جواب — دل نشیں، دل کش، مدلل، باصواب
ایک ہے میرا خدا اور لاشریک — روئے عالم پر نہیں اس کا شریک
ذات واحد ہے وہ ربِ بے مثال — لاتغیّر، لاتبدّل، لایزال
سن کے یہ توصیفِ ذاتِ کبریا — بن گیا تصویرِ حیرت دہریا![15]

امام حسینؑ کی شہادت تاریخ عالم کا وہ باب ہے جس کی تشریح غیر مسلم شعرا نے اپنے انداز میں کی ہے۔ خانوادہ امام پر پانی کی بندش اور حضرت عباس کی علم اٹھا کر پانی کے حصول کے لیے جدوجہد کسی ایک مذہب کے پیروکاروں تک محدود نہیں حسینؑ نے اپنی شہادت کے ذریعے یہ بات ثابت کردی کہ معرکہ حق و باطل میں فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

شہادت حسینؑ

عمر فانی تھی فنا پیہاں، فنا ہو کر رہی — وہ بھی ہیں مر کر جنھیں حاصل بقا ہو کر رہی
سب سے اونچا ان میں ہے نامِ شہیدِ کربلا — جن شہیدوں پر ستم کی انتہا ہو کر رہی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

بے گناہوں کے لہو نے اس کو بخشا یہ شرف ''غیرت اکسیرِ خاکِ کربلا ہو کر رہی''
آج بھی طلعت فشاں ہے کوکبِ عزمِ حسین حق پرستوں کی شہادت حق نما ہوکر رہی(۱۶)

معرکۂ کربلا کا شمار تاریخ انسانی کے ان واقعات میں ہوتا جہاں حق و باطل کے درمیاں ایک ایسی جنگ ہوئی جس نے ظالم و مظلوم کے درمیاں ایک ایسی تفریق کی بنیاد ڈالی جو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رہی بلکہ اس میں بے کسی بے بسی اور ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کی موت کو ترجیح دی گئی۔ امام عالی مقام اور اہلِ بیت کی اس قربانی کو نا صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں نے بھی اپنا شعار بنایا۔ محروم ''کربلا'' کے عنوان سے اس تمام صورتحال کو یوں بیان کرتے ہیں۔

کربلا

بے گناہوں کے لہو کی یہ بھی اک تاثیر ہے اس پہ حیرت کیا جو خاکِ کربلا اکسیر ہے
تین دن سے تشنہ لب ہیں کربلا کے مہماں ساحلِ دریا پہ قابض دشمنِ بے پیر ہے
چاند سے چہرے ہوئے اس دشت میں پیوندِ خاک ذرہ ذرہ کربلا کا نور کی تصویر ہے
ماتمی ان کے عراق وہند و ایراں ہی نہیں کُشتگانِ کربلا کا سوگ عالم گیر ہے(۱۷)

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کی مذہب وملت کے تعصّبات سے بالاتر شاعری — صرف مسلم کا محمدؐ پر اجارہ تو نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی کا شمار بیسویں صدی کے ان شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے ہمیشہ مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر امن، دوستی اور محبت کا پیغام اپنی شاعری کے ذریعے عام کیا ہے۔ ان کی شاعری میں بنیادی فوقیت اس بات کی ہے کہ مسلمان ہندو اور اپنے ہم مذہب سکھ مت کے پیروں کاروں کو وہ یہ درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مذہب کوئی بھی ہو اس کا احترام ہی احترام آدمیت ہے۔ اپنی کتاب یادوں کا جشن میں وہ اس حوالے سے وہ اپنے مذہبی عقائد کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> میں ایک ایسے سکھ گھرانے میں پیدا ہوا جو حضرت بابا گورو نانک دیو جی کے خاندان سے ہے بلکہ میں خود براہ راست ان کی سولھویں پشت سے ہوں۔ ظاہر ہے کہ میں سکھ مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے اس پر فخر بھی ہے لیکن میں نے کبھی کسی دوسرے مذہب کو نفرت یا تعصب سے نہیں دیکھا۔ میں اسلام سے محبت

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کرتا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت رکھتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا بے حد احترام ہے۔(۱۸)

بیدی صاحب کے مطابق خدا کی وحدانیت کو صرف انسانی عقل کی بنیاد پر پرکھنا ممکن نہیں اس کے لیے وحدانیت وحقانیت کا قائل ہونا ضروری ہے اور یہ سب ایک سعادت سے کم نہیں ہے۔

> اگر کسی پر کوئی مصیبت آجاتی ہے اور وہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے تو اس مسئلے پر اعتقاد رکھنے والا یقیناً اپنے اعتقاد کی خامی کا مظاہرہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ اسے اس مصیبت سے نجات نہ ملے تو کون اس کی جان بخشی کرائے گا۔ تو اس سے ثابت یہ ہوا کہ خدا کے وجود کو تسلیم کرنے میں محض عقل کام نہیں آتی اس میں عقل سے بھی بڑھ کر عقیدت کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں اپنے چار مصرعے عرض کرنا چاہوں گا۔

طُور و موسیٰ آتشِ نمرود گلزارِ خلیل — باغِ رضواں حور و غلماں حوضِ کوثر سلسبیل
یہ سبھی کچھ ہے مگر سچ تو یہ ہے پروردگار — کچھ مرا حسنِ عقیدت کچھ تری ذات جمیل(۱۹)

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے اپنی نظم ''پاکستان سے خطاب'' میں پیغمبر اسلام، اسلام اور اہل بیت سے اپنی عقیدت کا اظہار عقیدت اور جذبے سے لبریز الفاظ میں کیا ہے۔

ہم کسی دین سے ہوں صاحبِ کردار تو ہیں — ہم ثنا خوانِ شہِ حیدرِ کرار تو ہیں
نام لیوا ہیں محمدؐ کے پرستار تو ہیں — یعنی مجبور پئے احمدِؐ مختار تو ہیں
عشق ہوجائے کسی سے کوئی چارا تو نہیں — صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں
میری نظروں میں تو اسلام محبت کا ہے نام — امن کا آشتی کا مہر و مروّت کا ہے نام
وسعتِ قلب کا اخلاص و اخوّت کا ہے نام — تختۂ دار پہ بھی حق و صداقت کا ہے نام(۲۰)

مہندر سنگھ بیدی سحر نے شہادت حسینؑ کو مرگ یزید سے تشبیہ دی ہے۔ وہ حسینؑ کو عالم انسانیت کی وہ عظیم ہستی سمجھتے ہیں جنھوں نے اپنی قربانی کے ذریعے حق و باطل کے درمیان ایک نئی تاریخ رقم کی۔ حسین کی شہادت صرف مسلمانوں کے لیے محدود نہیں بلکہ یہ کائنات میں بسنے والے تمام تمام مظلوموں کے لیے راہ حق پر گامزن ہونے کے لیے ایک سنگ میل ہے۔ حسینؑ کا فلسفہ یہ ہے کہ راہ حق پر گامزن ہونے کے لیے منزل تک پہنچنے کے لیے ایک کٹھن اور دشوار رہ گذر پر سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس سفر میں کامیابی انھیں حاصل ہوتی ہے جو گھبراتے نہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حُسینؑ

تشنہ کامی، بے کسی، غربت، فریبِ دشمناں — نوکِ خنجر، بارشِ پیکاں، گلوے خونچکاں
ہے دمِ شمشیر سے بھی تیز تر راہِ جہاں — ہر قدم اک مرحلہ ہے، ہر نفس اک امتحاں
زندگی پھر اہلِ دل کی اور آسانی طلب — یہ وہ مے ہے جس کا ہر قطرہ ہے قربانی طلب
فطرتِ آدم کو کردیتی ہے قربانی بلند — دل پہ کُھل جاتی ہے اس کے نور سے ہر راہ بند
مطلعِ نورِ مہ وپرویں ہے پیشانی تری — باج لیتی ہے ہر اک مذہب سے قربانی تری
ہر نظامِ کہنہ کو پیغامِ آئین جدید — اے کہ ہے تیری شہادت اصل میں مرگِ یزید (۲۱)

امام حسینؑ

بڑھائی دین محمد کی آبرو تُو نے — جہاں میں ہو کے دکھایا ہے سرخرو تُو نے
چھڑک کے خون شہیدوں کا لالہ و گُل پر — عطا کیے ہیں زمانے کو رنگ و بُو تُو نے
زندہ اسلام کو کیا تُو نے — حق و باطل دکھا دیا تُو نے
جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے — مرکے جینا سکھا دیا تُونے (۲۲)

دلورام کوثری ایک منفرد نعت گو— غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے

ہندو نعت گو شعرا میں دلورام کوثری ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ کوثری کا شمار اپنے دور کے ان شعرا میں ہوتا ہے جو مذہبی رواداری کے قائل تھے۔ انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے ہم وطنوں کو یہ پیغام دیا کہ عظمت انسانی کا درجہ بلند ہے اور اس کا فروغ ہی ایک روشن خیال معاشرے کی تشکیل کرسکتا ہے۔ کئی ہندو شعرا ایسے تھے جنھوں نے مسلمان شعرا کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا۔ دونوں مذاہب سے وابستہ شعرا ایک دوسرے کے پیغمبروں اور اکابرین کا ذکر عقیدت و احترام کے ساتھ کرتے تھے۔

ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوان مصطفیٰؐ

ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا — میں پاس جب گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا
بولا کہ تجھ پہ کیوں مری آتش ہوئی حرام — کیا وجہ تجھ پہ شعلہ جو قابو نہ پاسکا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میں نے کہاں کہ جائے تعجب ذرا نہیں واقف نہیں تو میرے دلِ حق شناس کا
ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰؐ اس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آسکا
ہے نام دلو رام تخلص ہے کوثری اب کیا کہوں بتادیا جو کچھ بتا سکا (۲۳)

کوثری کا شمار ان ہندوؤں شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے محبوب خدا کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا برملا اظہار کیا ہے، ان کے نعتیہ کلام سے ایک بات عیاں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا درجہ دیتے تھے۔ان کے نعتیہ کلام کے مجموعے کا عنوان بھی ہندو کی نعت ہے جسے خواجہ حسن نظامی نے شائع کروایا تھا، ان کا مجموعہ نعت ایک ایسے غیر مسلم کی عقیدت کا اظہار ہے جو نا صرف پیغمبر خدا کو خلوص، محبت کا شاہ کار سمجھتا ہے بلکہ اس کی مدح سرائی کو بھی اپنے لیے اعزاز کا درجہ دیتا ہے۔

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے جو نبی کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے
رحمۃ للعالمیں کے حشر میں معنی کھلے خلق ساری شافعِ روزِ جزا کے ساتھ ہے
لے کے دلو رام کو حضرت گئے جنت میں جب غل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا کے ساتھ ہے (۲۴)

دلو رام عشقِ مصطفیٰؐ کے بے حد اسیر تھے۔ان کی نعتیہ شاعری اپنی مثال آپ ہے۔لیکن اگر دلو رام کے کلام کا غائرانہ مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا بہ خوبی ادراک ہوتا ہے کہ اسلامی موضوعات کو موضوع سخن بنانے میں وہ صرف حمد و نعت تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کے کلام میں منقبت اور سلام کو بھی بہت دل کش پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

روا جس سے ہو کام نامِ علیؑ ہے دل و جاں کا آرام نامِ علیؑ ہے
وظیفہ ہے زاہد کا یہ اسمِ اعظم مجاہد کی صمصام نامِ علیؑ ہے
اسی نام سے بڑھتا ہے جوشِ ایماں ترقیٔ اسلام نامِ علیؑ ہے
ہیں سرشار جس سے بزرگانِ ملّت مئے حق کا وہ جام نامِ علیؑ ہے (۲۵)

عمر بھر ذکر شہید کربلا کرتے رہے

اشقیا میں اور اہل بیت میں یہ فرق ہے وہ جفا کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے
معرفت کہتے ہیں اس کو بھوک اور غم میں حسین زیرِ خنجر بھی نمازِ حق ادا کرتے رہے
تنگ دستی میں فراخی میں غرض ہر حال میں اختیار اہل صفا صبر و رضا کرتے رہے
کوثری پھر قبر میں کیا ہوتی ایذا جب کہ ہم عمر بھر ذکرِ شہیدِ کربلا کرتے رہے (۲۶)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جگن ناتھ آزاد ایک روشن خیال شاعر: تُو ہی تو مجھ کو نظر آئے جہاں تک دیکھوں

جگن ناتھ آزاد کا شمار اردو زبان کے مستند نثر نگاروں اور شعرا میں ہوتا ہے۔ان کی پیدائش تقسیم سے قبل میانوالی میں ہوئی۔ان کے والد تلوک چند محروم بھی اردو کے ایک ممتاز شاعر تھے۔جگن ناتھ آزاد فکری طور پر علامہ اقبال کے مداح تھے۔ان کی ادبی شخصیت کے کئی پہلو تھے۔وہ مذہبی حوالے سے ایک روشن خیال انسان تھے۔وہ تمام مذاہب سے روحانی اور جذباتی وابستگی رکھتے تھے۔ان کے نزدیک تمام مذاہب کے اکابرین یکساں احترام کے قابل تھے۔آزاد نے اپنے مشاہدے کو تخلیق کا روپ دیا۔جس کا عکس ان کی شاعری میں نمایاں نظر آتا ہے وہ انسانوں کے مذہبی جذبات و احساسات کو اپنے منفرد رنگ میں بیان کرتے ہیں۔احترام مذہب نہ صرف ایک عالم گیر موضوع ہے بلکہ اس کے لیے باطن میں صداقت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔آزاد کا مذہب انسان دوستی ہے۔وہ انسانیت پر مذہب کو فوقیت نہیں دیتے لیکن مذہب کے پیغام محبت کے بھی منکر نہیں ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری اس بات کی دلیل ہے۔وہ ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت شاعر و ادیب تھے۔آزاد نے اسلامی افتخار اور موضوعات کو اپنی شاعری نہایت خوب صورت انداز سے بیان کیا ہے۔وہ اس حوالے سے تنگ نظر ناقدین کی پرواہ نہیں کرتے۔

حمد و نعت

رنگ و بُو تک تجھے دیکھوں کہ خزاں تک دیکھوں
میں ترا حسن جو دیکھوں تو کہاں تک دیکھوں

اپنے ماحول میں دیکھوں کہ ستاروں سے اُدھر
تُو ہی تو مجھ کو نظر آئے جہاں تک دیکھوں

ہُوں وہ خوش بخت کہ صحرائے عرب میں آ کر
دور تک میں ترے قدموں کے نشاں تک دیکھوں

یہ وہ ذرے ہیں جنھوں نے ترے چومے ہیں قدم
ان کی تنویر جو دیکھوں دل و جاں تک دیکھوں

کیوں نہ قربانِ تصور ہوں میں آزاد کہ آج!
نور ہی نور نظر آئے جہاں تک دیکھوں(۲۷)

تضامین

آج بھی دیکھے کوئی شان علیؑ مُرتضیٰ
ایک دنیا ہے ثنا خوانِ علیؑ مُرتضیٰ

ہے مقدر اُس کا فیضان علیؑ مرتضیٰ
آ گیا جو زیرِ دامانِ علیؑ مرتضیٰ

آج بھی گوہر فشاں ہے، آج بھی ہے دُرفشاں
چار جانب ابرِ نیسانِ علیؑ مرتضیٰ(۲۸)

امام حسینؑ جب مکہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ اہل بیت تھے۔امام عالی مقام کربلا کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جانب گامزن تھے۔ جب وہ کربلا کے مقام پر پہنچے وہاں خیمہ زن ہوئے۔ یزیدی فوجوں کا اصرار تھا کہ وہ یزید کی بیعت قبول کریں۔ حسینؑ کا جواب انکار میں تھا۔ واقعہ کربلا کا شمار دنیا کے عظیم سانحات میں ہوتا ہے اس کی منظر کشی جگن ناتھ آزاد نے یوں کی ہے۔

اصل عبادت

(نماز عصر جو کربلا کے معرکہ حق و باطل میں ادا ہوئی)

''اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول — تڑپی ہے تجھ پہ نعشِ جگر گوشۂ رسولؐ'
لُو چل رہی ہے نام کو سایہ کہیں نہیں — حدّت وہ ہے کہ وقت کی سانسیں ہیں آتشیں
آنکھیں اُٹھا کے دیکھ ذرا اے دل حزیں — گردوں تنور ہے کرۂ نار ہے زمیں
اک شعلہ زار ہے کہ ہے میدانِ کربلا — اک آگ ہے کہ ریگِ بیابان کربلا
طوفاں بپا ہے گرم ہے میدان کار زار — ہے قاتلوں سے محوِ وفا ایک شہسوار
ابلیسیت اُدھر اِدھر انسان کا وقار — تنہا حُسین اور یزیدی کئی ہزار
اے گردشِ زمانہ ٹھہر جا ذرا یہیں — ایسی مثال پھر نہ ملے گی تجھے کہیں[۲۹]

عرش ملیسانی کی نعتیہ شاعری: روح جہان راز تو جہان مکا شفات تُو

عرش ایک عظیم مفکر، دانشور اور شاعر تھے۔ ان کی نثر و نظم دونوں کا مطالعہ قابل ذکر ہے۔ ان کا انداز تحریر سادہ اور پر لطف ہے۔ ان کی شاعری سوز و گداز پر مبنی تھی۔ عرش ملیسانی کو اس بات کا بہ خوبی ادراک تھا کہ زندگی دُکھ اور درد کا نام ہے۔ ان کا مطالعہ اور بھی نثر اور شاعری میں دل آویز انداز میں نظر آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دنیائے اردو ادب میں نثر و نظم کے ایک عظیم لکھاری ہیں۔ ان کی شاعری مذہبی تفریق اور تعصب سے بالاتر ہے۔ ان کا موضوع انسانی اقدار مذہبی رواداری اور ان میں توازن ہے۔ وہ عقائد کی بنیاد پر جہل کی رات فرقہ واریت کی کم ظرفی کو اشرف المخلوقات کے سامنے ہیچ سمجھتے ہیں۔ عرش انسان ذات سے بلا کسی رنگ و نسل مذہب محبت کے شیدائی ہیں۔ وہ ظلم و بربریت کے خلاف آواز بلند کرنے کے ساتھ مذہب کی جانب سے پیش کیے گئے محبت انسان کے فلسفے کے قائل بھی ہیں۔

حاملِ جلوۂ ازل پیکرِ نورِ ذات تُو — شان پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تُو
فیض عمیم سے ترے قلب و نظر کی وسعتیں — مومن حق پرست کا حوصلۂ نجات تُو

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خون ہر بشر حسنِ نمودِ زندگی، رنگِ رُخِ حیات تُو
عقدہ کشائے این و آں نورِ فزائے ہر مکاں قبلۂ اہلِ دل ہے تُو، رونقِ شش جہات تُو
شانِ بشر کا منتہا، خالقِ دہر کا حبیب مردِ خدا پرست کا آئینۂ حیات تُو
موردِ التفات ہم تیری نوازشات سے ذاتِ خدائے پاک سے وقف نوازشات تُو
قلب ونظر کے راز سب دہر پہ منکشف ہوئے روحِ جہان راز تو جانِ مکاشفات تُو(۳۰)

کالی داس گپتا رضاؔ: ایک نکتہ سنج شاعر — کیمیا جس نے بنایا ذرہ ذرہ خاک کا

کالی داس گپتا رضا کا شمار اردو ادب کے ان محققین، دانش وروں اور شاعروں میں ہوتا ہے جنھوں نے تحقیق کے علاوہ دیگر اصناف ادب میں بھی ایک نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ تحقیق کے شعبے میں انھیں غالبیات کے حوالے سے سند کا درجہ حاصل ہے۔ انھیں تحقیق اور تخلیق دونوں پر مکمل دسترس تھی۔ کالی داس رضا گپتا کی نعتیہ اشعار کا مجموعہ بہت ہی مختصر ہے۔ جیسا کہ عموماً دانشوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ حالات کے جبر سے یا کسی مجبوری کی بنا پر نقل مکانی کرتے ہیں تو اس دوران ان کا قیمتی شعری اثاثہ ضائع ہوجاتا ہے۔ ایسا ہی بالکل رضا گپتا کے ساتھ ہوا۔

عید میلاد النبی یوم نبی کریمؐ کے حوالے نا صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن کو دنیا بھر میں انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ خصوصاً برعظیم پاک و ہند کے باشندے خواہ وغیر مسلم ہوں اس دن نعتیہ مشاعروں اور جلسے، جلوسوں کے علاوہ دیگر تقریبات میں ذوق وشوق سے شرکت کرتے ہیں۔

عید میلاد النبیؐ

آج ہے یوم ولادت اس رسولِ پاکؐ کا کیمیا جس نے بنایا ذرہ ذرہ خاک کا
دُھل گئے جس کی عنایت سے دلِ منکر کے داغ محفلِ نیکی میں روشن ہوگئے گھی کے چراغ
جس کے پرتو سے چمک آئی ہے روے ماہ میں آہ کو اپنے کرم سے جس نے بدلا واہ میں
آج ہی پیدا ہوئے تھے بانیٔ عدل و سخا کیوں نہ پھر مل کر منائیں جشن ہم میلاد کا
آج وہ دن ہے کہ جس کی شان انوکھی شان ہے جو سمجھ لے اس حقیقت کو وہی انسان ہے
آج ہی پیغمبرِ اسلامؐ تحفہ لائے تھے مشعلِ توحید لے کر تیرگی میں آئے تھے
آج ہی اُس مردِ کامل کے قدم پاک سے سیکڑوں انوار برسے فرش پر افلاک سے(۳۱)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

گپتا رضا نے اپنی رباعیات میں کربلا کے معرکۂ حق و باطل اور اہلِ بیت کی قربانیوں کو دل سوز شاعرانہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔

> ان کے بیشتر کلام پر یہ دھوکا ہوتا ہے کہ وہ کسی شیعہ شاعر کا کہا ہوا ہے،لیکن ایسا نہیں ہے، رضا صاحب نہایت پرگو و قادر الکلام شاعر ہیں۔اس کی زندہ شہادت میری وہ قسم ہے جو ان کے نام سے کھائی جاسکتی ہے، جن کے نام سے یہ کتاب منسوب ہے۔اس سے بڑا یقین آپ کو اور کیا چاہیے۔(۳۲)

رباعیات

قربان گہہ کربل

بڑھتے ہوئے فتنوں کی رکاوٹ تجھ سے ہے خون میں جوش کی گھلاوٹ تجھ سے
اے جان جہان، جانِ علیؑ جانِ رسولؐ قربان گہہ کربل کی سجاوٹ تجھ سے (۳۳)

آلِ نبیؐ، ابنِ علیؑ

اے شہیدِ رہِ حق شان رسالت کے پیام بانیٔ صدق و صفا عزم و شجاعت کے امام
اے حسینؑ آلِ نبیؐ، ابنِ علیؑ ذبحِ عظیم عالمِ شعر سے منظور ہو شاعر کا سلام (۳۴)

مجھے اس بات کا اظہار کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ زیر نظر موضوع کو قلم بند کرنا کوئی سہل کام نہ تھا، بنیادی بات تو یہ تھی کہ اس حوالے سے مواد کس طرح حاصل کیا جائے، یہ ایک انتہائی دشوار معاملہ تھا۔ گو کہ مختلف محققین نے ہندو شعرا کے کلام میں اسلامی عناصر کو بیان کیا ہے لیکن یہ تمام تحقیقی کام حوالہ جات سے محروم ہے۔ اس ضمن میں اگر کوئی تحقیق کار اس بارے میں کچھ لکھنا چاہے تو اسے کسی محدود زمانے یا عہد کا مطالعہ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ اردو شاعری کے آغاز سے لے کر عصر حاضر تک ہندو شعرا کے کلام کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اس مقالے میں ہر ممکن طریقے سے وہ تمام معلومات فراہم کر کے اسے تشنہ نہ رہنے دیں تا کہ مستقبل کے تحقیق کار اس ضمن میں اپنی کاوشوں کے ذریعے قارئین کے علم و مطالعے میں بھرپور اضافہ کر سکیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ چراغ سے چراغ جلانے کا عمل جاری رہے گا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر حکم چند نیّر، ''سُرور جہان آبادی: حیات اور شاعری''، (بنارس: شعبۂ اردو بنارس ہندو یونی ورسٹی، ۱۹۶۸ء)، ص ۲۰۱، ۲۰۰
۲۔ پنڈت درگا سہائے سُرور جہان آبادی، ''خم خانۂ سُرور''، (کان پور: زمانہ پریس، س ن)، ص ۱۱
۳۔ ایضاً، ص ۲، ۱
۴۔ ڈاکٹر زینت اللہ، جاوید، ''تلوک چند محروم: شخصیت اور فن''، (نئی دہلی: محروم میموریل لائبریری سوسائٹی، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۸
۵۔ تلوک چند محروم، ''نیرنگِ معانی''، (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۶۰ء)، ص ۴۸۔۴۷
۶۔ ایضاً، ''رباعیاتِ محروم''، (لاہور: مکتبۂ دانش، س، ن، ص ۱۰۱
۷۔ ڈاکٹر زینت اللہ، جاوید، ص ۱۵۳
۸۔ تلوک چند محروم، ''کاروانِ وطن''، (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۶۰ء)، ص ۱۷۵
۹۔ ایضاً، ص ۱۷۸، ۱۷۷
۱۰۔ ایضاً، ''نیرنگِ معانی''، ص ۳۱۔۲۹
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۹۔۳۷
۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱، ۴۰
۱۳۔ ایضاً، ''گنجِ معانی''، (دہلی: دہلی کتاب گھر، ۱۹۵۷ء)، ص ۲۶
۱۴۔ معین الدین عقیل (ترتیب و تعارف)، ''تلوک چند محروم: انتخابِ کلام''، (کراچی: آکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۷ء)، ص ۷
۱۵۔ تلوک چند محروم، ''نیرنگِ معانی''، ص ۴۵، ۴۴
۱۶۔ ایضاً، ص ۴۲
۱۷۔ ایضاً، ص ۴۳
۱۸۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، ''یادوں کا جشن''، (کراچی: پاک اورینٹل پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۹۰
۱۹۔ ایضاً، ص ۲۰۳
۲۰۔ کے ایل نارنگ ساقی، ''پیغامِ محبت — آنجہانی کنور مہندر سنگھ بیدی سحر''، (دہلی: کنور مہندر سنگھ بیدی لٹریری ٹرسٹ، ۱۹۸۳ء)، ص ۹
۲۱۔ احمد فراز (انتخاب و تلخیص)، ''کلامِ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر''، (اسلام آباد: ورڈ میٹ، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۲۱، ۲۲۰، ۲۱۹
۲۲۔ ایضاً، ص ۲۲۲
۲۳۔ دلورام کوثری، ''ہندو کی نعت''، (دہلی: حلقۂ مشائخ بک ڈپو، ۱۹۳۷ء)، ص ۹
۲۴۔ ایضاً، ص ۱۵
۲۵۔ ایضاً، ص ۲۴
۲۶۔ ایضاً، ص ۲۷
۲۷۔ جگن ناتھ آزاد، ''نسیمِ حجاز''، (نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری ٹرسٹ، ۱۹۹۹ء)، ص ۵۸۔۵۷
۲۸۔ ایضاً، ص: ۸۷
۲۹۔ ایضاً، ص ۹۲۔۹۱
۳۰۔ عرش ملسیانی، ''آہنگِ حجاز''، (نکودر: مرکزِ تصنیف و تالیف، س ن)، ص ۱۰۔۹

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۳۱۔ کالی داس گپتا رضا، ''احترام''، (ممبئی: ساکار پبلشرز، س ن)، ص ۲۰
۳۲۔ اعجاز سیمابی (مرتب)، ''شعورِ غم''، (بمبئی: وِل پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء)، ص ۵
۳۳۔ ایضاً، ص ۲۳
۳۴۔ ایضاً، ص ۲۴

مآخذ

۱۔ آزاد، جگن ناتھ، ''نسیمِ حجاز''، نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری ٹرسٹ، ۱۹۹۹ء
۲۔ جاوید، زینت اللہ، ڈاکٹر، ''محروم تلوک چند: شخصیت اور فن''، نئی دلّی: محروم میموریل لائبریری سوسائٹی، ۱۹۹۲ء
۳۔ جہان آبادی، درگا سہاے سُرور، پنڈت، ''خم خانۂ سرور''، کان پور: زمانہ پریس، س ن
۴۔ رضا، کالی داس گپتا، ''احترام''، ممبئی: ساکار پبلشرز، س ن
۵۔ ساقی، کے ایل نارنگ، ''پیغامِ محبت— آنجہانی کنور مہندر سنگھ بیدی سحر''، دہلی: کنور مہندر سنگھ بیدی لٹریری ٹرسٹ، ۱۹۸۳ء
۶۔ سحر، کنور مہندر سنگھ بیدی، ''یادوں کا جشن''، کراچی: پاک اورینٹل پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء
۷۔ سیمابی، اعجاز (مرتب)، ''شعورِ غم''، بمبئی: وِل پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء
۸۔ عقیل، معین الدین، (ترتیب و تعارف)، ''تلوک چند محروم: انتخاب کلام''، کراچی: آکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۷ء
۹۔ فراز، احمد، (انتخاب و تلخیص)، ''کلامِ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر''، اسلام آباد: ورڈ میٹ، ۱۹۹۴ء
۱۰۔ کوثری، دلورام، ''ہندو کی نعت''، دہلی: حلقۂ مشائخ بک ڈپو، مئی ۱۹۳۷ء
۱۱۔ محروم، تلوک چند، ''نیرنگِ معانی''، دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۶۰ء
۱۲۔ _____، ''رباعیاتِ محروم''، لاہور: مکتبۂ دانش، س ن
۱۳۔ _____، ''کاروانِ وطن''، نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۶۰ء
۱۴۔ _____، ''گنجِ معانی''، دہلی: دہلی کتاب گھر، ۱۹۵۷ء
۱۵۔ ملسیانی، عرش، ''آہنگِ حجاز''، نکودر: مرکز تصنیف و تالیف، س ن
۱۶۔ نیّر، حکم چند، ڈاکٹر، ''سُرور جہان آبادی: حیات اور شاعری''، بنارس: شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونی ورسٹی، ۱۹۶۸ء